



غریبوں کے حقوق کو آئینی حیثیت دینے کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی شروع سے یہ کوشش رہی ہے کہ انسان خصوصاً مسلمانوں کے اندر خیر خواہی اور سخاوت کا ایسا جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ مطالبہ سے کچھ زیادہ ہی دینے کا رجحان رکھتا ہو۔ بلکہ ان کا عزم اس قدر جواں ہو کہ بغیر طلب کیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ موجزن ہو۔ خوشی ہو یا غم، وقت بے وقت وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہو۔ اگرچہ خود سخت ضرورت میں گھرا ہو اس کی نظروں میں دولت وسیلہ اور ذریعہ ہو منزل اور انتہا نہ ہو۔ پھر یہ سب اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہو نہ اسے عزت اور مرتبہ کی لالچ ہو نہ ہی داد و دہش کی کوئی پرواہ ہو۔

ہمارے ارد گرد کچھ لوگ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ قانون کے ڈنڈے کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا خیال غلط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت انھوں نے انسان کو سمجھا نہیں۔ اس لیے کہ انسان کوئی لٹو ہرگز نہیں جو گھمانے سے گھومنے لگے یا ایسا کھلونا نہیں جو چابی دینے سے حرکت کرے ورنہ چپ چاپ کھڑا ہے۔ دراصل انسان کائنات بیل کا سب سے پیچیدہ پرزہ ہے۔ جس کے اجزائے ترکیبی میں جسم اور روح، عقل اور شعور، جذبات اور احساسات سبھی کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔

اب ان اوصاف سے متصف شے کو مد نظر رکھ کر یقیناً یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر پہلو سے انسان پر اثر ڈالا جائے۔ اس کے ضمیر اور اس کی خفہ اخلاقی قدروں کو بھجھوڑا جائے نہ یہ کہ قانون کے ڈنڈے سے محض اس کی گوشالی کی جائے۔

اسلام جیسے عالمگیر مذہب کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ قانون ذرائع کو اس کا مقام عطا کرتے ہوئے اخلاقی قدروں کو اجاگر کرتا۔ اس لیے کہ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ برادری اور سماج میں اشتراک و تعاون کا جذبہ محض قانون بنا دینے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کی اخلاقی اور انسانی ذمہ داری اس کو یاد دلائی جائے اسے یاد دلایا جائے کہ خیر خواہی اور اہمی ہر ذریعہ جو ہے، جسے اپنا کندہ خدا کی مرضی اور جنت



میں انبیاء و صالحین کی ہم نشینی کا شرف حاصل کر سکے گا اور مادی فائدہ یہ ہوگا کہ تنگ دستی اور ناداری کی لعنت سے دنیا پاک ہو سکے گی۔ قرآن پاک نے جن امور کو خاص طور اپنا موضوع قرار دیا اور بار بار جن کی تاکید کی ان میں سے ایک خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ یہ بار بار ہوا کہ قرآن پاک نے اس کی تلقین کی اور حرص اور بخل سے ڈرایا اور دھمکایا۔ پھر انتہائی خوبی اور صفائی کے ساتھ بلیغ ادبی پیرائے میں دلکش اور مؤثر مثالیں پیش کیں۔ جن سے سخت دلوں میں رقت اور بند مٹیوں میں حرکت پیدا ہو اور داد و دہش کی راہیں خود بخود کھل جائیں۔ اب یہاں اس قسم کی صرف ایک آیت پر اکتفا کیا جاتا ہے:

مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت..... الخ (البقرہ: ۲۶۲-۲۶۱)

”اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیاں اگتی ہیں، ہر بالی میں سینکڑوں دانے ہوتے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے مزید عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ سناتے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا ثواب ان کے پروردگار کی طرف سے ملے گا اور قیامت کے دن نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضعفه له..... الخ (البقرہ: ۲۴۵)

”ہے کوئی ایسا جو اللہ کو اچھے طریقے سے قرض دے پھر اللہ اس کے مال کو کوئی گنا بڑھا دے اور اللہ روزی کو تنگ کرتا اور وہی کشادہ کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔“

وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة..... الخ (آل عمران: ۱۳۳-۱۳۲)

”اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو۔ جس کا پھیلاؤ آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ یہ ان پر ہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی جو خوشحالی اور بھگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں

ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة..... الخ (الحشر: ۹)

”اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود ان کو فاقہ ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے پالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔“

﴿ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيمما واسيرا﴾..... الخ (الدہر: ۱۰۵۸)

”یہ لوگ محض اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تم کو خالص اللہ



کے لیے کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جو نہایت اداس اور بہت سخت ہوگا۔“

قرآن پاک کی طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے فرمودات میں اس موضوع کو اہمیت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يقول العبد مالى مالى وانما له من ماله ثلاث ما اكل فافنى او لبس فابلى او اعطى فافتى وما سوى ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس)) (مسلم: کتاب الزہد والرقائق: رقم: ۷۳۳۲۔ ترمذی: کتاب الزہد: رقم: ۲۳۳۲۔ نسائی: کتاب الوصایا: رقم: ۳۶۳۳۔ مسند احمد: ۲/۳۶۸: رقم: ۸۵۹۵)

”آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اس کا مال بس وہی ہے جو اس کے پیٹ میں گیا اور ہضم ہو گیا یا جسے اس نے پہن لیا اور وہ بوسیدہ ہو گیا یا پھر اس نے خدا کی راہ میں کچھ خیرات کی اور وہ اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ بن گئی ورنہ یاد رکھو اس کے علاوہ ساری دولت یا تو ہاتھ سے نکل جائے گی یا وہ خود اس دار فانی سے کوچ کر جائے گا اور اس کے مال پر اس کے ورثاء قبضہ کر لیں گے۔“

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت کے دن تم میں سے ہر کوئی اللہ سے اس طرح ہمسکام ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اس دن جب وہ اپنے دائیں بائیں دیکھے گا تو حد نظر تک اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے جو اس دن کے لیے اس نے کیے تھے۔ اس کے سامنے جہنم دیکھی ہوگی۔ بس اسی جہنم سے بچنے کی کوشش کرو جس کی آسان سی تدبیر یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو خواہ آدمی سمجھو ہی کیوں نہ دے سکے۔“ (بخاری: کتاب الرقاق: رقم: ۶۵۹۶۔ مسلم: کتاب الزکاۃ: رقم: ۲۳۳۲۔ ترمذی: کتاب صلوۃ القیامۃ: رقم: ۲۳۵۱۔ مسند احمد: ۲/۲۵۶: رقم: ۱۷۷۸۲)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی ہے جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے کہیں زیادہ پسند ہو؟ صحابہ نے عرض کیا حضور! ہمیں تو اپنا ہی مال پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو جان لو کہ) آدمی کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے آگے کے لیے روانہ کر دیا اور جو رہ گیا وہ اس کے ورثاء کا ہوگا۔“ (بخاری: کتاب الرقاق: رقم: ۶۳۳۳۔ نسائی: کتاب الوصایا: رقم: ۳۶۳۳)

”جس نے حلال کمائی سے (خواہ) ایک کھجور (یا اس کی قیمت) خیرات کی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حلال اور پاکیزہ کمائی کو ہی پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے دست خاص سے اس کو قبول کرتا ہے اور اس شخص کی خاطر اس کی



اس طرح پرورش کرتا ہے جیسے کوئی پہلے پہل پیدا ہونے والے پتھرے کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ (مسند احمد: ۲/۲۷۱، رقم: ۹۷۳۸)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خیرات لغرضوں کو اس طرح زائل کر دیتی ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“ (ابو یعلیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

”(قیامت کے دن) ہر کوئی اپنی خیرات کے سائے میں ہوگا، یہاں تک کہ فیصلہ ہو جائے گا۔“ (ترمذی کتاب

الایمان رقم: ۲۶۱۶۔ ابن ماجہ کتاب البر رقم: ۳۲۱۰۔ مستدرک حاکم کتاب الزکاۃ رقم: ۱۵۱۷ ج ۲: ص ۵۸۷)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ایک شخص بڑا دولت مند ہے۔ اس نے کثیر مال میں سے لاکھ درہم نکال کر خیرات کرایا۔ دوسرے شخص کے

پاس صرف دو درہم ہیں۔ اس نے ایک اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا (یہ ایک درہم اس لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔“

(نسائی کتاب الزکاۃ رقم: ۲۵۲۹۔ مستدرک حاکم کتاب الزکاۃ رقم: ۱۵۱۹ ج ۲: ص ۵۸۷)

لیکن ہمارے قارئین اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں پر ان آیات اور احادیث کراثر

بس معمولی سا رہا۔ پھر ان کی زندگی اس نہج پر گزر گئی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے

اسلامی تاریخ کے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا

جذبہ صحابہ کے دلوں میں کس قدر موجزن تھا۔

مفسرین نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب (من ذالذی یقرض اللہ) آیت

نازل ہوئی تو ابودرداح انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے خدا قرض

طلب کرتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا ہاں۔ ابودرداح نے کہا خدا کی قسم مجھے اپنا دست مبارک دکھائیے۔

آپ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے دست مبارک تھام کر کہا میں نے اپنا باغ اللہ کے

حوالے کیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ باغ سمجھو کے چھ سو درختوں پر مشتمل تھا۔ ان کی بیوی

بچے اسی باغ میں رہا کرتے تھے۔ جب ابودرداح رضی اللہ عنہ حضور کی مجلس سے اٹھ کر باغ میں پہنچے تو دور سے

آواز دی ام دحداح! اندر سے بیوی نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا باغ خالی کر دو میں نے اس خداوند



عالم کے لیے وقت کر دیا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: سورة البقرة آیت: ۲۳۵: ج: ۱، ص: ۳۱۷)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا باغ مدینہ کا سب سے بڑا باغ تھا۔ اس کا نام بیرحاء تھا۔ وہ انھیں بڑا محبوب تھا۔ مسجد نبوی کے قریب تھا پانی بھی نہایت شیریں اور افراط تھا۔ جب قرآن پاک کی آیت لَنْ تَسْلُوا الْبِرَّ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا خدا کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ اس لیے میں بیرحاء آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ بہت عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں بانٹ دو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہی کیا اور اپنے رشتہ داروں میں اسے تقسیم کر دیا۔“ (تفسیر ابن کثیر: سورة آل عمران ۹۳: ج: ۱، ص: ۳۱۵)

یہ اور اس طرح کی بیس بہا اور گراں قدر خیرات و صدقات اسلام کے ہر دور میں خدا ترس مسلمان کرتے ہیں۔ بلاشبہ انھوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اللہ اور رسول اس کی خوشنودی کے مقابلے میں سونے چاندی کے ڈھیر اور دنیا کی ہر چیز کی نظر میں نیچ ہے۔

امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ہزار دینار روزانہ کی آمدنی تھی۔ اس کے باوجود ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس جو کچھ آتا سب خیرات کر دیتے اور کچھ باقی نہ چھوڑتے۔ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔ یہ بھی روایت ہے کہ روزانہ صبح تین سو ساٹھ فقیروں کو خیرات دیتے پھر کوئی کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت نے ان سے تھوڑا سا شہد مانگا۔ انھوں نے ایک مشکیزہ اسے عطا کر دیا۔ کسی نے کہا اس کے لیے تھوڑا سا شہد کافی تھا۔ آپ نے جواب دیا اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگا، ہم نے توفیق الہی دے دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر فقیر کو خیرات دیتے۔ اعتراض کیے جانے پر فرمایا اللہ نے مجھے دینے کی اور لوگوں کو مجھ سے لینے کی عادت دے رکھی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میں باز آیا تو اللہ بھی دینے سے باز آ جائے گا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں بھی صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔